قرآن مجید کی تاثیر سے محرومی کے اسباب وحل؟

مولانا عبدالقوی ذکی حسامی

قرآنِ مجیدوہ کتاب ہے، جو ہر پہلو سے کامل، احسن، جامع اور منفرد ہے، یہ نوعِ انسانی کی ابدی ہدایت کیلئے نازل کردہ کتاب ہے، جس میں انسان کو منشائے خداوندی کے مطابق زندگی گذارنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے، نہ صرف یہ، بلکہ اس کتاب کی تلاوت سے قاری خداوند قدوس سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرسکتا ہے، جس سے انسان کی روحانیت کو غذا ملتی ہے، تعلق مع اللہ میں معاون ہے، یہ نبی اکرم ﷺ کا تابندہ وپائندہ معجزہ ہے، ان تمام کے علاوہ اس کلام میں بے پناہ تاثیری قوت موجود ہے، اس کی نافعیت اور بے پناہ اثر کے معترف زمانہ کے ادباء اور بلند پایہ شعراء رہے ہیں، کفار ومشرکین پس پردہ نبی اکرم ﷺ کی تلاوت سنا کرتے تھے، اور متاثر ہوتے، خود حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کا سبب اس قرآن کی سماعت بنی، ابتداء اسلام میں حج کیلئے بیت اللہ کو جو وفود آیا کرتے تھے منافقین ومشرکین ان کو جتاتے کہ نبی اکرم ﷺ کا قرآن کوئی نہ سنے، اس لئے کہ جو سنتا، وہ بس اس قرآن کا گرویدہ ہوجاتا تھا، حضرت ابوبکرؓ مکہ میں جب ایک کافر کے امان میں تھے اس وقت آپؓ کا معمول نماز میں تلاوت جہراً تھا، جس کو سن کر لوگ اسلام کی طرف مائل ہورہے تھے، لاکھ مخالفت کے باوجود اس عمل کو جاری رکھا حتیٰ کہ اس کافر کے امان سے بھی آزاد ہونا گوارہ کرلیا، اس پاک کلام کا ایک اثر یہ ہے کہ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اللہ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے، اللہ فرماتا ہے: انما المومنون اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلییت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون (انفال)

اس آیت میں مومنین کی ایک خوبی یہ بیان کی ہے کہ جب مومن کے سامنے تلاوت قرآن ہو تو اس سے ایمانی کیفیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: ایمان بڑھنے کے ایسے معنی پر علماء ومفسرین کا اتفاق ہے کہ تلاوت قرآن سے ایمان کی قوت وکیفیت اور نور ایمان میں ترقی ہوتی ہے (معارف القرآن) قرآن مجید ایک مقناطیسی کتاب ہے جو سننے والے کو اپنی جانب کھینچتی ہے، اگر اس کو زندگی کا لائحہ عمل بنایا جائے تو معاشرہ میں نمایاں تبدیلی یقینی ہے، جس طرح قرن اول میں حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگی میں انقلاب آیا، ان کے اخلاق، معاملات، معاشرت، طرز حیات، حتیٰ کہ نظر وفکر اور رجحانات بھی کلیتاً تبدیل ہوگئے، آج بھی تاثیری قوت وکیفیت مسلم اور اس میں علی حالہ موجود ہے۔ قرآن مجید کی تاثیر کے سلسلہ میں ایک جگہ اللہ نے ارشاد فرمایا: لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ

”اگر ہم اتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تُو دیکھ لیتا کہ دب جاتا، پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے“۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ) اس آیت کی تفسیر میں علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ مقام حسرت وافسوس ہے کہ آدمی کا دل پر قرآن کا اثر کچھ نہ ہو حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی متکلم کے سامنے دب جاتا اور مارے خوف کے پھٹ کر پارہ پارہ ہوجاتا۔ (تفسیر عثمانی)

یہ ہے قرآن کی تاثیری قوت جس کو خود اللہ نے بیان کیا ہے، اس سب کے باوجود ہمارے دل کیوں اثر لینے سے محروم ہیں، اس کے کیا اسباب وعوامل ہیں، ان پر غور کیا جائے اور انہیں دور کرنے کی فکر کی جائے تو یقین ہے کہ ہمارے بھی افعال واطوار، اخلاق و کردار سے اسلام کی خوشبو آئے گی۔ وہ کیا وجوہات ہیں جس کی بنا ہم قرآن کے اثر سے محروم رہ رہے ہیں، پہلا سبب۔ معصیت الٰہی خواہ وہ صغائر ہوں یا کبائر، نفسِ معصیت محرومی کا سبب ہے، کیونکہ گناہ کی کثرت سے دل سیاہ ہوجاتا اور اس قدر سخت ہوجاتا ہے، اللہ نے اسکی سنگینی کو پتھر سے تشبیہ دی بلکہ اس سے بھی سخت۔ ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ (البقرۃ) صاحب معارف القرآن اسکے ذیل میں لکھتے ہیں: بعض پتھروں میں ایک آخری اثر تو ہے کہ خوفِ خدا سے نیچے گر آتے ہیں مگر ان کے قلوب میں تو کم درجہ اور ضعیف ترین جذبہ انفعال بھی نہیں، (معارف القرآن)

ایسے ہی دوسرے مقام پر قرآن ارشاد فرماتا ہے: کلا بل ران علی قلوبھم ما کانو یکسبون (المطففین)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ہماری آیتوں میں کوئی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اصل یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت ومزاولت سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گئے (تفسیر عثمانی)

ایک دفعہ حضرت حسن بصریؒ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت آپ کے درس قرآن سے ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے لگتا ہے ہمارے دل سو گئے، آپؒ نے فرمایا سو گئے نہیں مر گئے، پوچھا وہ کیسے، فرمایا جو بندہ سو جاتا ہے اس کو ہلانے سے اور حرکت دینے سے اٹھ جاتا ہے، مگر جو بندہ مرجاتا ہے وہ نہ ہلانے سے اٹھتا ہے نہ حرکت دینے سے، بالکل ہمارا حال یہی ہے کہ شب روز میں ہم کئی دفعہ قرآن کی سماعت کرتے ہیں بلکہ ہماری مصروفیات اسی قرآن کے اردگرد گھومتی ہیں، مگر ہمارے قلوب اسکی تاثیر سے محروم ہیں، حدیث پاک میں ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دل کو زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو پانی لگنے سے، پوچھا گیا اس کو دور کرنے کی کیا صورت ہے۔ فرمایا نبی ﷺ نے موت کو بکثرت یاد کرو اور قرآن کی تلاوت کرو۔ ان القلوب تصدؤ کما یصدؤ الحدید اذا اصابہ الماء قیل یارسول ﷺ وما جلائھا قال کثرۃ ذکر الموت وتلاوۃ القرآن (بیہقی)

دوسرا سبب محرومی کا قرآن کی بے ادبی ہے، ادب وہ شئے ہے، جو حضرت جبرئیلؑ کو سید الملائکہ بنایا اور بے ادبی نے شیطان کو شیطان بنایا، نیز تعلیمات اسلامی میں ادب پر خصوصیت سے توجہ دی گئی، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے ادب سکھلایا اور کیا ہی اچھا ادب سکھلایا۔ ادبنی ربی فاحسن تادیبی (مشکوٰۃ) ایک اور مقام پر فرمایا کہ الاسلام کلہ ادب۔ اسلام سارا کا سارا ادب ہے، یعنی جس کو ادب ملا وہ نصیب والا ہوا اور جسے بے ادبی ملی وہ شقاوت کا مستحق رہا، قرآن کے ادب کا تقاضہ یہ کہ اسے باوضو اور بااحترام قبلہ رو ہوکر پڑھا جائے، اللہ فرماتا ہے: لا یمسہ الا المطھرون (الواقعہ) ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا قرآن کو ہاتھ نہ لگائے بجز اس شخص کے جو پاک ہو (روح المعانی بحوالہ معارف القرآن) اس کی طرف نہ پیٹھ کی جائے نہ اس کو نیچے رکھا جائے، اس پاکیزہ کلام کیساتھ بے ادبی کرنے والے بہت سے افراد کا انجام تاریخ نے محفوظ کیا اور مشاہدہ بھی اس پر شاہد عدل ہے، تاہم اس کے اثر سے محرومی کسی عذاب سے کم نہیں، اس کی بے ادبی ہی کی ایک مثال ہماری اکثر مساجد اور گھروں میں دیکھا جائے کہ کہیں اگر گرد جمی ملے گی تو وہ اس پاک کلام پر رہے گی، مجال ہے کہ کبھی ہمارے فون پر اور کبھی ہمارے کپڑوں پر گرد ہو، اور ہم خاموش بہ لب ہوں۔

تیسرا سبب محرومی کا یہ ہے کہ قرآن کی تعلیم سے عدم رغبت اور دلچسپی کا نہ ہونا، جب اس کو پڑھا جائے یا سنا جائے تو بالکل بے توجہی کیساتھ، نہ الفاظ قرآنی کی طرف نظر اور نہ معانی قرآن کی جانب غور رہتا ہے، ایسی صورت میں کُجا مراد الٰہی کی تفہیم نصیب ہوگی، اور فہم قرآن کے بعد عمل کا نمبر ہے جو مقصود ہے سارے احکام کا، ہمارے معاشرہ میں قرآن کیساتھ جو رویہ روز مرہ رہتا ہے اس کو الفاظ میں ضبط کرسکتے ہیں نہ قید تحریر میں لاسکتے ہیں، اس کے ساتھ کسی نے سلوک کیا ہے تو اتنا کہ دکان ومکان کے خیر وبرکت کیلئے تلاوت کا اہتمام کروایا ہے، اور کسی نے اس سے بڑھ کر کی ہے تو اپنی اولاد میں سے کسی کو حافظ بنادیا اور یہ سمجھا کہ میں نے حق واجب ادا کیا اور اسی کو مقام منزل سمجھ کر اکتفا کیا، اس سے بڑھ کر اس قرآن کو ختم قرآن کے نام سے وظیفہ روزگار بنالیا اور باضابطہ اشتہارات مختلف مقامات پر آویزاں کئے، اور حیرت ہے کہ گھنٹے بھر میں مکمل قرآن بھی ہوجاتا ہے، الامان الحفیظ۔

چوتھا سبب قرآن کے اثر سے محرومی کا یہ ہے کہ ہم اپنے معمولات یومیہ میں اس کی تلاوت کا خانہ نہیں بنایا، جو قرآن سے تعلق کا پہلا زینہ ہے، حالانکہ حضرات صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کا معمول اس سے بہت مختلف تھا، ہر روز ایک قرآن کا ختم ہوتا تھا، بعض کا دو بھی منقول ہے، انہیں اس معمول کے پورا کرنے میں زمانہ کے تقاضہ حائل نہ ہوتے تھے، اور ہمیں کسی کام کے پورا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی، مگر رکاوٹ آتی ہے تو احکام شرعیہ کے بجالانے اور تلاوت قرآن کا اہتمام کرنے میں، منجملہ اور وجوہات کے یہ بھی ایک وجہ محرومی کی ہے، ہم اس میں پنہاں ہدایت کو اللہ سے نہیں مانگتے، جس کے ہاتھ میں ساری انسانیت کے قلوب ہوں وہ ہمارے دل کی آواز کو نہ سنے بشرطیکہ خلوص نیت اور حضورِ قلب سے مانگا جائے، محال ہے، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ ایک جگہ قرآن سے استفادہ کے موانع لکھتے ہیں: قرآن سے استفادہ اور ہدایت کے موانع کو قرآن نے کفار کی محرومی کے تذکرہ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ آگے فرماتے ہیں کفار کے علاوہ اگر مسلمانوں میں بھی یہ موانع پائے جائیں گے تو قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے میں حارج ہوں گے، وہ تین یہ ہیں (۱) تکبر (۲) مجادلہ (۳) انکار آخرت اور دنیا پرستی (تلخیص۔ مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی) نیز حضرتؒ نے قرآن سے استفادہ میں معین چند اصولی باتیں ارقام کی ہیں (۱) طلب (۲) استماع واتباع (۳) خوف (۴) ایمان بالغیب (۵) تدبر (۶) مجاہدہ (۷) ادب وعظمت۔ (حوالہ سابق)

☆☆☆